خاندان نوائط اور ڈاکٹر حمید اللہ کی علمی خدمات

زیبا افتخار*

ABSTRACT:

No land man, Dr. Hamidullah (d. 2002) is one of the greatest Muslim scholars of present century. His devotion towards research, teaching, writing, compilation and preaching of Islam, proved his multidimensional personality and work as well.

The family he belonged is "NAWAYT", a branch of the most prominent tribe of "QURAYSH", Ancestors of Dr. Hamidullah migrated from Arabia to India during first century Hijrah/sixth century AD. Many members of this Nawayt family played important role in military, Judiciary and Literary circle of India. This article would cover their political, social and cultural role in Indian and Islamic History.

خلاصہ:

بغیر علاقے کے فرد ڈاکٹر حمید اللہ (متوفی ۲۰۰۲ء) موجودہ دور کے مسلم علما میں سب سے زیادہ عظیم ہیں۔ تحقیق، تدریس، تالیف اور اسلام کی تبلیغ میں ان کے انہماک نے ان کی کثیر الجہات شخصیت کی عظمت کو واضح طور پر ثابت کر دیا ہے۔

ان کا تعلق خاندانِ نوائط سے ہے جو قریش کا انتہائی اہم قبیلہ ہے۔ ان کے اجداد نے پہلی صدی ہجری / چھٹی صدی عیسوی میں عرب سے ہندوستان ہجرت کی۔ نوائط خاندان کے بہت سے اراکین نے ہندوستان کی فوج، عدلیہ اور ادبی حلقوں میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ اس مقالے میں ہندوستانی اور اسلامی تاریخ میں اس کے سیاسی، سماجی اور ثقافتی کردار کو واضح کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے انتقال کو ابھی بہت زیادہ عرصہ نہیں گزرا، یہ علمی وادبی حلقوں کی وہ جانی پہچانی شخصیت تھی کہ جس کے تعارف کی نہ پہلے ضرورت تھی اور نہ اب ہے۔ اس نابغۂ روزگار شخصیت نے کبھی پسند نہیں کیا کہ ان پر، یا ان کے کام پر کچھ لکھا جائے۔(۱) البتہ ان کے انتقال کے بعد کثرت سے ان کی شخصیت اور ان کے علمی کارناموں پر تحریریں سامنے آئیں اور متواتر آتی چلی گئیں۔ لیکن ایک خلا ہنوز پُر نہ ہوسکا۔ یعنی اس خاندان کا تذکرہ جس سے ڈاکٹر صاحب کا تعلق تھا۔ سوائے ان چند تحریروں

* ڈاکٹر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی، پاکستان، zebaiftikhar@gmail.com
تاریخِ موصولہ: ۱۰ ؍ستمبر ۲۰۱۰ء

کے جو ہندوستان سے شائع ہوئیں۔اس مختصر مقالے میں اسی نامور علمی خاندان اور اس کے نامور سپوت کا تعارف مقصود ہے۔

مسلمان تیرہویں صدی ہجری میں خلجی حملہ آوروں کے ساتھ دکن میں وارد ہوئے (۲) یہ مسلمان اپنے ساتھ زندگی کے جدید تصورات اور معاشرت کے نئے اسالیب لائے اور دکن میں نئے سماج کی تنظیم کرنے لگے، علماء وصوفیاء نے اپنی اپنی محفلیں سجائیں، انہی میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا خاندان بھی تھا جو پہلی صدی ہجری میں یہاں وارد ہوا اور پھر تیرہ سو سال اس نے یہیں گزار دیے (۳)

یہ وہ دور تھا کہ جس میں دمشق میں بنو امیہ کی حکومت کو زوال ہوا اور عباسیوں کی حکومت قائم ہوئی۔بنو امیہ کے زوال کے ساتھ ہی شروع ہو جانے والے انتقامی کشت وخون نے بہت سے خاندانوں کو مبتلائے ایذا کیا۔عباسی خلیفہ المنصور کے زمانے میں اس کے گورنر حجاج بن یوسف کے ستائے ہوئے بہت سے لوگ ہجرت پر مجبور ہوئے اور دیگر علاقوں کی طرف نکل گئے۔ یہ وقت اہلِ بیت پر کڑا تھا، خاندان نوائط کا تعلق بھی چونکہ قریش کی ایک شاخ سے ہے اور ان کا شجرہ نصر بن کنانہ پر رسول اللہ ﷺ سے جا ملتا ہے لہٰذا یہ خاندان بھی حالات کا رخ دیکھ کر ہجرت پر مجبور ہوا۔قبل از ہجرت یہ خاندان مدینہ منورہ میں مقیم تھا۔مدینہ سے نکل کر پہلے یہ بصرہ پہنچے، ان دنوں عراق پر مشہور تاتاری بادشاہ حسن بن حسین بن بیہقان بن ایلکان بن اباقا کی حکومت تھی۔ یہ تاتاری شیعی مذہب اختیار کر چکے تھے، ان شیعہ حکمرانوں نے اس خاندان پر سختی کی کہ وہ بھی شیعہ مذہب اختیار کر لیں چنانچہ اب انہوں نے ہندوستان کی طرف ہجرت کی، ہندوستان کے ساحل ملیبار پر جا اترے اور حیدر آباد دکن میں بود باش اختیار کر لی (۴)

اہلِ نوائط کو اول اول ہندوستان کے ہندو امراء اور حکام کی سرد مہری سے سابقہ پڑا۔مگر ان لوگوں نے اپنی ذاتی قابلیت، لیاقت اور رواداری کی بدولت بہت جلد اپنے لیے جگہ پیدا کر لی۔نسلی اور سماجی لحاظ سے دوسروں سے ممتاز تھے ان کو اپنے نسلی امتیاز پر ایسا ہی فخر تھا جیسا کہ عرب میں قبیلہ قریش کو حاصل تھا (۵) علم وفضل کے لحاظ سے بھی یہ خاندان ممتاز حیثیت کا حامل تھا، جس نے بہت جلد ہندوستان میں اپنا مقام بنا لیا اور ممتاز علمی گھرانوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔آخر کار اس خاندان کے افراد نے سلاطین تک رسائی حاصل کر لی اور دولتِ آصفیہ کے متوسلین میں شامل ہو گئے (۶) ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا تعلق، خاندان نوائط کی اسی شاخ سے ہے۔ ہندوستان میں ڈاکٹر حمید اللہ کے جدِ اعلیٰ فقیہ عطا احمد شافعی کو قرار دیا جاتا ہے (۷) اور ان سے پہلے کا یا ہندوستان آمد سے قبل کا شجرہ تلف ہو گیا ہے۔خود فقیہ عطا احمد شافعی کے حالات بھی ہم دوست نہیں، البتہ ان کے پوتے فقیہ مخدوم اسماعیل کا تذکرہ ابن بطوطہ نے ''عجائب الاسفار'' میں کیا ہے، کہ جب وہ پنہور پہنچا تو اس وقت کے بادشاہ سلطان جمال الدین تھے، شام میں افطار کے وقت سلطان ابن بطوطہ کو اپنے ساتھ دستر خوان پر مدعو کرتا تو یہاں فقیہ مخدوم اسماعیل اور فقیہ علی مہائمی بھی موجود ہوتے تھے (۸) ان کی اولاد میں سے قاضی محمود کبیر (م، ۹۹۵ھ) اور ان کے فرزند اور بھائی قضی رضی الدین مرتضٰی اور ملا خلیل اور پھر ان کی اولاد میں سے ملا خلیل کے پوتے اور ملا احمد کے فرزند مولانا محمد حبیب اللہ بیجاپوری (م، ۱۰۴۱ھ) نے بڑا نام کمایا، قاضی رضی الدین مرتضٰی کی اولاد میں سے کئی ایک مثلاً قاضی حسین لطف اللہ، قاضی نظام الدین احمد کبیر، شیخ احمد سوانح نگار، محمد عبداللہ شہید، مولوی محمد صادق، قاضی نظام الدین احمد صغیر بھی بر معروف ہوئے۔اسی طرح عادل شاہی دور کے مشہور قاضی القضاۃ قاضی محمود ہائم اور بیجاپور کے شاہ کے علاوہ ایک اور ممتاز شخصیت امام المدرسین محمد حسین کی

ہے(۹) جن کو اورنگزیب عالمگیر نے بیدر کی فتح کے موقع پر باوجود نوعمری کے گلبر گہ سے بلا کر بیدر کے مدرسے محمود گاواں کا صدر مقرر کیا تھا(۱۰) اور اس کے بعد مولوی محمد غوث شرف الملک اور ان کے فرزند مولوی عبدالوہاب مدار الامراء نامور عالم اور مصنف ہوئے (۱۱) اور اس کے بعد سے ہندوستان میں یہ خاندان متواتر علمی، ادبی، اور ملّی خدمات انجام دیتا چلا آیا ہے۔

اس خاندان کی وجاہت اپنے وقت کے بڑے بڑے خاندانوں سے کم نہ تھی۔ اس خاندان کے نسب نامے میں ہم کو پشتوں تک مخدوم، فقیہ، قاضی اور شمس العلماء جیسے القابات نظر آتے ہیں جو ان کے نام کا جز و تھے(۱۲) اور یہ دکھانے کے لیے کافی ہیں کہ کم از کم سترہ پشتوں سے علم دین کی خدمت اس خاندان میں متوارث چلی آ رہی ہے۔ عموماً علمی سفر ایک، دو یا چند نسلوں تک نظر آتا ہے پھر ماند پڑ جاتا ہے۔ کون خاندان ایسا ہوگا کہ جس کی سترہ نسلیں متواتر علم کی شمع جلائے رکھیں، بلکہ شمع سے شمع جلا کر عالم کو منور کر دیں۔ اس خاندان کے ایک فرزند محمد حمید اللہ نے اس عہد کو منور کیا، گو وہ اب ہم میں نہیں رہے مگر اس خاندان کی علم دوستی ماند نہیں پڑی۔

۱۹۸۸ء کے وسط کی بات ہے کہ امریکا کی شکاگو اسٹیٹ سے ایک خاتون ریسرچ اسکالر ''سلویا داتوک'' ہندوستان آئیں، وہ ہندوستان کے کسی ہندو یا مسلم علمی گھرانے پر اپنا تحقیقی مقالہ لکھنا چاہتی تھیں۔ اپنے مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے تقریباً تمام ہندوستان کا دورہ کیا اور آخر کار اس نوائطی خاندان کو اپنے مقالے کا عنوان بنایا، انہوں نے اپنی رائے ظاہر کی کہ ہندوستان میں کسی بھی مسلم یا ہندو خاندان کی علمی خدمات کا اتنا ذخیرہ موجود نہیں ہے جتنا کہ اس نوائطی خاندان کے پاس ہے۔ انہوں نے صدیوں سے اپنا علمی ورثہ محفوظ رکھا ہے(۱۳)

مولوی محمد شرف الملک، ڈاکٹر صاحب کے پردادا تھے۔ وہ ریاست کرناٹک کے دیوان تھے، ان کی قد آور شخصیت کے اعتراف میں ان کو شرف الملک، شرف الدولہ اور غالبِ جنگ جیسے معزز القابات سے نوازا گیا(۱۴) ان کے بعد ان کے بیٹے عبدالوہاب بھی جب دیوان بنے تو اس موروثی دیوانی سے اس خاندان کا نام ہی ''خاندانِ دیوان صاحب'' پڑ گیا (۱۵) مولوی شرف الملک نے اکتیس کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جو عربی اور فارسی زبانوں میں ہیں۔ ان کے بیٹے عبدالوہاب بھی اعزاز میں اپنے والد سے کم نہ تھے اور مدار الامراء مدبر الملک، مختار الدولہ، وزارت خان بہادر اور ارسطو جنگ جیسے القابات سے سرفراز کیے گئے، انہوں نے سولہ کتابیں تصنیف کیں، وہ فن حدیث واصول رواۃ کے ماہر اور فن جرح وتعدیل رواۃ کے امام مانے جاتے تھے(۱۶)

ان کے دوسرے بیٹے محمد صبغت اللہ جو قاضی بدر الدولہ کے خطاب سے مشہور ہوئے جنوبی ہند کی ادبی تاریخ میں بڑے اونچے مقام کے حامل تھے۔ وہ اردو، عربی اور فارسی کے بلند پایہ عالم تھے اور انہوں نے ان زبانوں میں کئی کتابیں تالیف کیں۔ یہ کتابیں نہ صرف بلند پایہ علمی وفکری ذوق کی حامل ہیں، بلکہ ان کی تحریروں میں معاشرتی اصلاح بھی نظر آتی ہے۔ ان کی کتاب ''گلزارِ ہدایت'' اس کی بہترین مثال ہے۔ قاضی صاحب کی عربی میں انتیس کتابیں ہیں۔ فارسی میں چوبیس اور اردو میں چودہ کتابیں ہیں۔ (۱۷)

قاضی بدر الدولہ کی اولاد میں تقریباً سب ہی فرزند نامی گرامی ہوئے اور شمس العلماء، قاضی، مفتی اور خان بہادر جیسے القابات سے سرفراز ہوئے۔ سب سے چھوٹے بیٹے حاجی ابوخلیل اللہ تھے جو ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے والد تھے۔ آپ پیشہ کے لحاظ سے ''مددگار

معتمد مال گزاری'' تھے۔(۱۸) سررشتہ مال گزاری کی ملازمت میں لکشمی بڑی آسانی سے رام ہو جاتی ہے، لیکن انہوں نے اسے کبھی منہ نہ لگایا۔بچپن ہی سے تصنیف و تالیف اور نقل کا شوق تھا۔قاضی صاحب نے قرآن پاک کی کئی نقلیں تیار کیں۔

''مخزن توفیق''، ''رہنمائے تربیت'' اور ''فروغِ دل'' ان کی بہت قدیم تصانیف ہیں اور آج بھی دستیاب ہیں۔حدیث اور فقہ کی بے شمار کتابوں کی نقل تیار کی اور ہزاروں صفحات کا یہ ذخیرہ اپنے کتب خانے میں جمع کیا۔ بزم ادب جوان کا اپنا خاندانی قلمی رسالہ تھا اس کو بھی بہت سے مضامین دیے۔بیٹیوں کو تعلیم خود گھر پہ دیا کرتے تھے اور ان کو پڑھانے کے لیے خود ہی درسی کتابیں لکھیں جو بعد میں تصنیف بھی ہوئیں۔(۱۹) ان کے سب سے بڑے بیٹے محمد صبغت اللہ نے اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کی بلکہ جلد ہی ملازمت اختیار کر لی اور ''نائب ناظم محکمہ بندوبست'' حکومت حیدر آباد ہوئے۔(۲۰) بڑی بیٹی امتہ العزیز بیگم قابل رشک فاضلہ، عربی کی ماہر اور تفسیر، حدیث اور فقہ کی ماہر تھیں۔دوسری بیٹی امتہ الوہاب بیگم حساب کی ماہر تھیں۔ منجھلے بیٹے محمد حبی اللہ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور ''مددگار ناظم محکمہ بندوبست'' حکومت حیدر آباد ہوئے۔فارسی اور انگریزی کے ماہر تھے۔ضخیم اردو تفسیر جیبی بھی لکھی جو محلے کی مسجد حبیب علی شاہ میں فجر کی نماز کے بعد بطور درس سنائی جاتی تھی۔(۲۱)

سب سے چھوٹے بیٹے محمد حمید اللہ، جنہوں نے اپنے خاندان کی روایتوں کو نہ صرف زندہ رکھا، بلکہ ادبی دنیا میں وہ مقام بنایا جو ان کے آبا و اجداد کی شان تھی۔اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے اپنے اجداد سے بڑھ کر علمی دنیا کو روشن کیا تو غلط نہیں۔کیونکہ ڈاکٹر صاحب کو وہ امتیاز حاصل تھا جو نہ ان کے اجداد کو حاصل رہا اور نہ ان کے بیشتر ہم عصروں کو۔اور یہ امتیاز ان کی زبان دانی تھا۔ڈاکٹر صاحب کم از کم نو زبانوں کے ماہر تھے(۲۲) مشرقی زبانوں میں اردو تو ان کی مادری زبان تھی اس کے علاوہ فارسی، عربی، روسی اور ترکی زبانوں کے ماہر تھے۔علاوہ ازیں مغربی زبانوں میں انگریزی، فرانسیسی، جرمنی اور اطالوی زبانوں پر آپ کو دسترس حاصل تھی اور دوسرا امتیاز یہ تھا کہ ان کا کام کثیر الجہتی تھا۔تخصص کے اس دَور میں ان کا علمی اور تحقیقی میدان بہت وسیع اور متنوع تھا۔

علم کے جتنے میدانوں میں ڈاکٹر حمید اللہ نے طبع آزمائی کی اور قیمتی علمی سرمایہ چھوڑا، ان میں قانون، حدیث، سیرت، تاریخ، تقابل ادیان، ترجمہ القرآن اور تبلیغ دین کا میدان شامل ہے یہاں بھی ڈاکٹر صاحب نے اپنی زبان دانی کا راست فائدہ اٹھایا اور غیر مسلموں، نومسلموں اور مستشرقین کو انہی کی زبان میں اسلام کا پیغام پہنچایا۔

ابتداً ڈاکٹر حمید اللہ کی دلچسپی کا میدان قانون بین المما لک تھا، اس پر آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا اس میدان میں انہوں نے اپنے پہلے ہی علمی و تحقیقی کام سے دنیا کو چونکا دیا تھا اور یہ ان کا تحقیقی مقالہ ''اسلام کے بین الاقوامی قانون میں غیر جانبداری کے اصول'' تھا۔قانون کے موضوع پر ان کی تصانیف کی تعداد بھی کثیر ہے۔مثلاً جامعہ عثمانیہ کے طالب علموں کے لیے قانون بین المما لک کے موضوع پر اردو زبان میں کوئی کتاب نہ تھی اور ان کو انگریزی کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کی جاتی تھی۔ڈاکٹر صاحب نے اس کمی کو پورا کرنے کی ٹھانی اور ۱۹۳۰ء کے عشرے میں اس موضوع پر اردو میں پہلی کتاب ''قانون بین المما لک کے اصول و نظیریں'' منظر عام پر آئی۔(۲۳) دوسرا اہم کام "Muslim Conducts of State"

ہے، اب جبکہ دنیا کا رجحان تنگ او محدود نسلی وجغرافیائی قومیت کی پیدا کردہ کشمکش کی وجہ سے ''بین الاقوامیت'' کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ایسے میں اسلام کے بین الاقوامی قوانین کواس کی پوری افادیت اور وسعت کے ساتھ دنیا کے سامنے لانا اور ثابت کرنا بہت بڑی خدمت تھی۔ اسی طرح ایک اور تصنیف (۲۴) "The First Written Constitution in the World" ہے، جس میں میثاق مدینہ کو دنیا کا پہلا عالمی تحریری دستور قرار دیا اور دلائل سے ثابت بھی کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ (۲۵) "The Prophet Stablishing a State"، (۲۶) عہدِ نبوی کے نظام حکمرانی، (۲۷) عہدِ نبوی کے میدان جنگ، (۲۸) یا رسول اکرم کی سیاسی زندگی، (۲۹) یہ وہ معرکتہ الآراء تحریریں ہیں، جس میں انہوں نے عہد نبوی اور خلافتِ راشدہ میں قانون بین المما لک کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی ہے اور چند اہم اور بنیادی حقائق سامنے لانے میں کامیاب رہے ہیں۔

جہاں تک تراجم کا تعلق ہے، ڈاکٹر صاحب کی خدمات سے صَرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً قدماء میں امام شیبانی کی تصنیف ''السیر الکبیر''جس کی شرح امام سرخسی نے املا کرائی تھی، انہوں نے اس کا فرانسیسی اور ترکی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ (۳۰) علامہ ابن القیم الجوزیہ کی کتاب ''احکام اہل الذمہ'' پر بھی ڈاکٹر صاحب نے مقدمہ تحریر کیا۔ (۳۱) اسی طرح ارنسٹ نیس کی فرانسیسی کتاب ''جدید قانون بین المما لک کا آغاز''۔ (۳۲) کا اردو میں ترجمہ کیا۔ جس میں جا بجا حواشی اور نوٹ لکھ کر اصل حقائق سامنے لانے کی کوشش کی اور نظریہ اسلام کی وضاحت بھی دی۔

ڈاکٹر صاحب خود محدث نہ تھے، نہ کبھی مسند حدیث پر فائز رہے اس کے باوجود علم الحدیث کے سلسلے میں ان کی خدمات نہایت وسیع ہیں اس میں ان کی دلچسپی کا میدان تدوین اور تاریخِ حدیث تھے کیونکہ یہی وہ موضوعات ہیں جن پر مستشرقین نے شبہات کا اظہار کیا اور حدیث کے اسناد کو چیلنج کیا، ڈاکٹر صاحب نے ان تمام شبہات کا شافی بلکہ بھر پور جواب دیا، یہی وجہ ہے کہ اگر ڈاکٹر صاحب کے علمی خزانے پر نظر ڈالی جائے تو حدیث کی تاریخ اور تدوین پر زیادہ کام نظر آتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے اہم اور قابل ذکر کام ''صحیفہ ہمام بن منبہ'' کا ترجمہ ہے جس پر انہوں نے ایک پر مغز مقدمہ بھی تحریر کیا (۳۳) اور حدیث کی اسناد کو دلیل سے ثابت کرنے کے لیے روایتی انداز سے ہٹ کر کام کیا۔ یعنی چند مشہور احادیث کا تقابلی جائزہ پیش کر کے یہ ثابت کرنا کہ چونکہ ان میں حروف تک کا فرق نہیں ہے لہٰذا حدیث کی صحت مشتبہ نہیں ہوسکتی۔ اس کے برعکس ڈاکٹر صاحب کا اندازِ دلیل بالکل منفرد ہے۔ آپ انسانی اذہان میں اٹھنے والے تمام سوالات کا شافی جواب دیتے ہیں اور پھر اذہان کو اطمینان دلانے کے بعد آگے بڑھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مجموعی طور پر صحابہ کرام کے تیار کردہ ۱۶ مجموعۂ ہائے حدیث دریافت کیے۔ جس میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کا مجموعہ حدیث ''الصحیفہ الصادقہ'' بھی تھا، ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحقیق سے ثابت کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں شروع ہونے والی تدوین حدیث خود صحابہ کرام کے ذریعہ زبانی اور تحریری دونوں صورتوں میں تابعین کو منتقل ہوئی اور بالکل اسی انداز سے تابعین نے اگلی نسل کو منتقل کیا، گویا آج حدیث کے جتنے مجموعے ہمارے سامنے ہیں یہ سب کے سب سند متصل سے رسول اللہ ﷺ تک پہنچتے ہیں۔ (۳۴) یہ بات انہوں نے صحیح بخاری کے ماخذ پر کام کر کے ثابت کی۔ اس طریقہ استدلال سے ڈاکٹر صاحب نے احادیث کے مطالعہ کی نئی طرح

ڈالی۔ بعد میں بہت سے مصنفین نے اس اسلوبِ تحقیق کو آگے بڑھایا اور اس بات کو ثابت کیا کہ علم الحدیث زبانی روایات پر مبنی نہیں اور نہ ہی اس کی تدوین تیسری صدی ہجری میں ہوئی، گویا اگر ڈاکٹر صاحب کے اسی کارنامے کو لیا جائے تو علم الحدیث کے باب میں اس کو بنیادی نوعیت کا کام قرار دیا جاسکتا ہے جس سے ایک نئی روا ور جہت کا آغاز ہوا۔

سیرت نگاری کے میدان میں بھی ڈاکٹر صاحب اپنا مخصوص تحقیقی رنگ سامنے لائے۔ بیسویں صدی کو سیرت نگاری کا عہدِ زریں کہا جاتا ہے۔ اس صدی کی ابتدا ہی سے ایسے روشن خیال مصنفین منظر عام پر آئے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے عشق سے سرشار اور نئے علوم و حالات سے آگاہ تھے اور جن کی کاوشوں سے سیرت پر نمایاں کام سامنے آیا۔ یہ تمام کام دو مختلف نہج پر تھا۔ اول وہ تحریریں جن کا تعلق دل سے ہے یعنی ایسی تحریریں جن میں جذبات سے زیادہ کام لیا گیا ہو دوم وہ تحریریں جن کا تعلق دماغ سے ہے، یعنی جن میں دلائل، تحقیق اور سائنس سے مدد لی گئی ہو۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحریریں اسی دوسری طرز سے تعلق رکھتی ہیں اسی لیے ان کا انداز سادہ، سلیس اور عام فہم ہے۔ سیرتِ پاک پر ڈاکٹر صاحب کی تحریریں کثرت سے ملتی ہیں۔ چند معروف تحریروں میں ان کی معرکتہ الآراء مجموعہ مقالات ''خطباتِ بہاولپور'' Islam a Genral Picture (۳۵)، Muhammad (P.b.u.h) (۳۶)، The Prophet Establish a State (۳۷) اور دائرہ معارف اسلامیہ میں شامل ایک طویل مقالہ سیرت (۳۸) شامل ہیں۔ ان کے علاوہ مختصر مقالات کی بھی ایک طویل فہرست ہے۔

ایک اور امتیاز جو آپ کی تحریروں میں نظر آتا ہے وہ منفرد اسلوبِ تحقیق ہے۔ عموماً سیرت نگاروں کے ہاں کتب حدیث، کتب سیر و مغازی کی روایات کی جانچ پڑتال اور ان کی صحت و ضعف پر تحقیق اور بحث کو کافی سمجھا جاتا ہے، جبکہ اس کے برعکس ڈاکٹر صاحب کی تحریروں میں وہ ماخذ بھی نظر آتے ہیں جو بظاہر موضوع سے غیر متعلق لگتے ہیں۔ دیگر مصنفین ایسے ماخذ کو نظر انداز کرتے ہیں جبکہ بظاہر غیر متعلقہ نظر آنے والے یہی ماخذ ڈاکٹر صاحب کی تحریروں میں نئی سوچ اور نئی فکر کے راستے وا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب پاپیادہ سفر تحقیق کی راہ پر بھی چلے، ہجرت نبوی اور غزوات پر کام شروع کیا تو مدینہ منورہ جا بسے، جب تک تمام مقام غزوات کا خود معائنہ نہ کر لیا، سفر ہجرت کو بالکل اسی طرح جس طرح رسول اللہ ﷺ نے طے کیا تھا، جب تک راستے کی تکالیف، دشواریاں اور رکاوٹوں سے آگہی حاصل نہ کر لی تب تک اپنی تحقیق مکمل نہ کی۔ (۳۹) تحقیق کا یہ عالم تھا کہ جس کی وجہ سے آپ کی تحریریں جذباتیت سے عاری ہو گئیں۔ اس کا فائدہ آپ کو یہ پہنچا کہ ان کی تحریروں پر جانبداری کا الزام نہیں لگایا جاسکا۔ پھر یہ کہ ڈاکٹر صاحب اختلافی مسائل کو جہاں تک ہو سکے نظر انداز کرتے ہیں اور غیر ضروری مباحث سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ ان کی تحریریں علمی دیانت اور تحقیقی متانت سے پُر ہیں۔ انہوں نے بے لاگ تبصرے اور تجزیے کیے، سوچ اور فکر کے نئے راستوں کو اختیار کیا اور صدیوں سے قائم جمود کو توڑ دیا۔

جس طرح ڈاکٹر صاحب حدیث کی خدمت میں پیش پیش رہے اسی طرح اپنی تحریروں، تقریروں اور ذاتی سیرت و کردار کی وجہ سے ایک بہت بڑے مبلغ نظر آتے ہیں۔ جن کے ہاتھ پر سینکڑوں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا (۴۰) مغرب میں دعوت و تبلیغ کے حوالے سے ان کی کاوشوں کی مختلف و متنوع جہتیں ہیں۔ سب سے بڑا کام یہ تھا کہ انہوں نے

مختلف زبانوں میں سیرت نبوی، اسلامی قانون اور عقائد و عبادات پر مختصر مگر جامع تصانیف تحریر کیں اور یوں غیر مسلموں اور نومسلموں کو ان کی اپنی زبان میں اسلام کو پڑھنے اور سمجھنے کا موقع فراہم کیا۔ آپ کی ایک تصنیف Introduction of Islam ہے (۴۱) جس کی غیر معمولی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب دو درجن سے زائد زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ ان کی ایک اور معرکتہ الآراء تصنیف Islam a General Picture، (۴۲) جو مستشرقین کے پھیلائے ہوئے زہر کا تریاق ثابت ہوئی، پھر آپ کی کوششیں یہیں تک محدود نہ رہیں بلکہ ایک عظیم الشان کارنامہ انجام دیا کہ قرآن پاک کو فرانسیسی زبان میں ترجمہ کرکے وہاں کے نومسلموں کے لیے قرآن فہمی کو سہل بنا دیا۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی جس کی وجہ سے ان کا رجحان تقابل ادیان کی طرف نظر آتا ہے۔ وہ مغرب میں دعوت اسلام کے لیے مسیحیت کے تقابلی اور تنقیدی مطالعہ کو ضروری قرار دیتے تھے، ساتھ ہی گزشتہ الہامی مذاہب کی تعلیمات و عقائد سے گہری واقفیت کو ضروری گردانتے تھے۔ ان کے نزدیک مستشرقین کو بھرپور جواب اس وقت تک نہیں دیا جاسکتا، جب تک کہ ان کے دین پر معلومات مکمل نہ ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے دنیا بھر کی زبانوں میں ہونے والے تراجم قرآن پاک کی فہرست بھی تیار کی۔ اور بطور نمونہ سورہ فاتحہ کا ترجمہ ہر زبان کے ساتھ شامل کیا۔ یوں ''القرآن فی کل اللسان'' سامنے آئی۔ جس کے پہلے ایڈیشن میں ۲۳ زبانوں کے بارے میں مواد شامل کیا گیا تھا۔ آپ مسلسل اس میں اضافہ کرتے رہے یہاں تک کہ تیسرے ایڈیشن میں ان کی تعداد بڑھ کر ۶۷ ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کی تحقیق جاری رہی اور آخر کار انہوں نے ۱۵۰ سے زائد زبانوں میں مواد فراہم کر لیا تھا۔ (۴۳)

مغرب کے مسیحی پس منظر کے پیش نظر ڈاکٹر حمید اللہ اپنی تصانیف کے ذریعہ اسلام اور دیگر مذاہب بالخصوص مسیحیت کا تقابلی جائزہ بھی پیش کرتے رہے۔ فرانس کے بعض اشاعتی اداروں نے مختلف مذہبی مسائل پر بعض ایسی کتب شائع کی ہیں جن میں مختلف مذاہب کے علماء کی تحریریں شامل کی ہیں جن میں مصنفین نے اپنے اپنے مذاہب کا موقف پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ایسی کئی کتابوں کے شریک مصنف ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایک کتاب شائع ہوئی تھی۔ جس کے تین باب تھے۔ دو ابواب کے مصنف یہودی اور عیسائی علماء تھے جبکہ تیسرا باب ڈاکٹر حمید اللہ کے قلم سے نکلا تھا۔ (۴۴) اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمری، اسلامی اور مسیحی ماخذ کی روشنی میں مرتب کر رہے تھے (۴۵)

ڈاکٹر صاحب مدت العمر تصنیف و تالیف میں مشغول رہے، بحث و تحقیق کا شاہکار، محنت و جانفشانی اور کدو کاوش کا نتیجہ ہے ان کا تحریری سرمایہ جدت و ابتکار سے خالی نہیں۔ تقریباً تمام دانشورانِ عصر نے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے کام کو کثیر الجہتی قرار دیا ہے اور ان کے علمی کارناموں کا اعتراف کیا ہے۔ اس مختصر مقالے میں جو کچھ ڈاکٹر حمید اللہ اور ان کے خانوادے پر لکھا گیا ہے اس کے لیے صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ:　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مراجع وحواشی

(۱) مکتوب بنام مظہر ممتاز قریشی، درسہ ماہی ارمغان، کراچی، شمارہ ۴۔۵، جولائی تا دسمبر ۱۹۹۶ء

(۲) علاء الدین خلجی پہلا مسلمان ہے جس نے دکن کی تسخیر کا ارادہ کیا اور وندھیا چل کے دشوار گزار راستوں، جنگلوں اور درّوں سے ہوتا ہوا دیوگری پہنچ گیا۔ اس وقت وہاں راجہ رام دیو حکمران تھا جو اس کا مقابلہ نہ کر سکتا اور ہتھیار ڈال دیے۔ بحوالہ: تاریخ پاکستان و ہند، مملکت آصفیہ، جلد اول، ص ۷۵

(۳) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، مقالہ ''ہمارا خاندان'' مشمولہ، بزم ادب (خاندانی قلمی رسالہ) حیدر آباد دکن۔ اسی روایت کو بیان کرنے والوں کی ایک طویل فہرست ہے مثلاً محمد قاسم فرشتہ (تاریخ فرشتہ، نیز سیر المتاخرین) برہان خان ہانڈی (توزک والا جاہی)، سیوطی (لب الباب فی تحریر انساب) اور بارک ولسن (ہسٹری آف میسور)

(۴) محمد یوسف کوکن عمری، ''خانوادہ قاضی بدر الدولہ'' جلد اول، ص ۱۳۔۱۴

(۵) آج بھی اس خاندان کے افراد نے اپنے اس نسلی فخر کو قائم رکھا ہوا ہے اور وہ اپنے بچوں کی شادیاں خاندان سے باہر کرنا پسند نہیں کرتے۔ اور اس خالص خون میں ملاوٹ کے خلاف ہیں (راوی: ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی نواسی بیگم فخری ہیں)

(۶) حمید اللہ، ڈاکٹر ''ہمارا خاندان'' (۷) عبداللہ، ''مفتی قاضی محمد حبیب اللہ'' (مدرسہ محمدی، مدراس ۱۹۹۱ء) ص ۱۳

(۸) فقیہ علی مہائمی (م ۸۳۵ھ) بھی ڈاکٹر حمید اللہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، مشہور و معروف عالم اور دینی شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ سلاطین سے بھی وابستہ رہے۔ (تفصیلات کے لیے رجوع کیجیے۔ دائرہ معارف اسلامیہ، مادہ علی مہائمی)

(۹) ''خانوادہ قاضی بدر الدولہ'' مقدمہ ص ۲ (۱۰) حمید اللہ، ڈاکٹر ''ہمارا خاندان''

(۱۱) ''خانوادہ قاضی بدر الدولہ'' نیز اقبال، افضل الدین، ''چہرہ نما'' (سوانحی خاکہ) (۱۲) ''مفتی قاضی محمد حبیب اللہ'' ص ۷

(۱۳) ''خانوادہ قاضی بدر الدولہ'' ص ۴۶ (۱۴) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، 'ہمارا خاندان' (۱۵) چہرہ نما

(۱۶) ذاکرہ غوث، ڈاکٹر و ناصرہ بیگم، مقالہ ''گلزار ہدایت'' در ''چراغ راہ گزر'' (حضرت صفی الدین ٹرسٹ، انڈیا، ۱۹۸۹ء) ص ۴۲۔

(۱۷) محمد عتیق، مقالہ ''خانہ خلیل'' در چراغ راہ گزر، ص ۶۳

(۱۸) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، ''حضرت والد صاحب مرحوم'' مشمولہ 'بزم ادب' (۱۹) 'مفتی قاضی محمد حبیب اللہ' ص ۷

(۲۰) تفصیلات کے لیے دیکھیے، ذاکرہ بیگم، ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ان کے منجھلے بھائی محمد حبیب اللہ'' مشمولہ بزم ادب

(۲۱) مکتوب بنام مظہر ممتاز قریشی، خط نمبر ۱۳۰، درسہ ماہی ارمغان ص ۱۵۸

(۲۲) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، ''قانون بین الممالک کے اصول و نظیریں'' (حیدر آباد، ۱۹۳۶ء) پیش لفظ ص ۱۷۔۱۸

(۲۳) Muslim Conduct of State 7th ed, (Lahore 1987)

(۲۴) The First written Constitution in the world, 3rd ed (Lahore 1975)

(۲۵) The Prophet Establishing a state, (Hijra council islamabad, 1988)

(۲۶) عہدِ نبوی کے نظام حکمرانی، (مکتبہ ابراہیمیہ، حیدر آباد دکن، ت ن)

(۲۷) عہد نبوی کے میدان جنگ، (ادارہ اسلامیات، لاہور ۱۹۸۲ء) (۲۸) رسول اکرم کی سیاسی زندگی، دار اشاعت کراچی، ۲۰۰۳ء

(۲۹) اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر UNSCO نے اس کے ترجمہ کا اہتمام کیا اور ڈاکٹر حمید اللہ کی خدمات حاصل کیں یوں اس کتاب کا فرانسیسی ترجمہ سامنے آیا، جو چار جلدوں پر مشتمل تھا اور شائع ہو چکا ہے (صلاح الدین، محمد ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ، نام اور کام'' در مجلّہ ''دعوۃ'' (اسلام آباد، مارچ ۲۰۰۳ء) ص ۸۵

(۳۰) ابن القیم، ''احکام اہل الذمہ'' محقق ڈاکٹر صبحی الصالح، مقدمہ، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، جلد اول بیروت، ت ن)
(۳۱) ارنسٹ نیس، جدید قانون بین الممالک کا آغاز، مترجم ڈاکٹر محمد حمید اللہ، (حیدر آباد دکن ۱۹۹۵ء)
(۳۲) تفصیلات کے لیے دیکھیے، دیباچہ ''صحیفہ ہمام بن منبہ عن ابی الہریرہ'' (بیکن ہاؤس، لاہور ۲۰۰۵ء) ص ۵ تا ۱۶
(۳۳) تفصیلات کے لیے رجوع کیجیے، مقدمہ ''صحیفہ ہمام بن منبہ عن ابی الھر یرہ''
(۳۴) Hamidullah.Dr, Islam a genral picture (Chicago 1980)
(۳۵) Muhammad Hamidullah.Dr, "Muhammad (P.B.U.H) (Hayderabad 1974)
(۳۶) The prophet Establishing a state, (Hijra council Islamabad 1988)
(۳۷) دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاہ پنجاب، لاہور بار اول، جلد ۱۹، صفحات ۱ تا ۲۳۴
(۳۸) محمد اکرم رانا، ڈاکٹر، ''ڈاکٹر حمید اللہ بطور سیرت نگار'' مقالہ در مجلّہ 'فکر و نظر' اپریل۔ستمبر ۲۰۰۳ء
(۳۹) مکتوب بنام مظہر ممتاز قریشی، در ارمغاں
(۴۰) Muhammad Hamidullah.Dr "Introduction of Islam" Cultural Islamique, Paris, 1959
(۴۱) Muhammad Hamidullah,Dr "Islam a Genral Picture" Chicago 1980
(۴۲) مکتوب بنام مظہر ممتاز قریشی، مشمولہ ارمغاں
(۴۳) ڈاکٹر حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۹۲
(۴۴) پیغمبر اسلام ص ۱۱۵